P. O. RGD No. A 922

ہماری زبان

انجمن ترقی اردو (ہند) علیگڈھ کا پندرہ روزہ اخبار

قیمت فی پرچہ دو آنے

سالانہ چندہ دو روپے

جلد ۲ | ۱ — یکم مارچ سنہ ۱۹۵۳ء — ایڈیٹر۔ قاضی عبدالغفار — ۱۴ جمادی الثانی ۱۳۷۲ ہجری — نمبر ۵

کچھ اپنی باتیں

ترقی پسند اہل قلم اور زبان کا مسئلہ

آئندہ ۶ مارچ کو کل ہند انجمن ترقی پسند مصنفین کا چھٹا سالانہ جلسہ دہلی میں شروع ہوگا اور ہمیں امید ہے کہ اسکے مباحث میں علاقائی زبانوں کا مسئلہ بھی نمایاں طور پر زیر بحث آئیگا اس لئے کہ وہ کئی حیثیتوں سے اس انجمن کے بنیادی مقاصد سے تعلق رکھتا ہے۔ یہہ سوال کہ بدلے ہوئے حالات میں ہندستان کا لسانی مستقبل کیا ہوگا عوامی کلچر اور تہذیب کی ترقی اور حفاظت کا سوال ہے جسکو ترقی پسند اہل قلم نظر انداز نہیں کرسکتے۔

علاقائی زبانوں کی آزادی اور ترقی کے متعلق انجمن کے مسلک اور اصول کو اگر ہم نے صحیح طور پر سمجھا ہے تو وہ یہہ ہے کہ ایک آزاد ہندستان میں تمام علاقائی زبانوں کو اپنی تہذیبی روایات کے ساتھہ ترقی کرنے کی پوری آزادی حاصل ہونی چاہئے اور جہاں اس آزادی میں رکاوٹیں پیدا کی جاتی ہوں وہاں ترقی پسند ادیبوں کے قلم کی پوری قوت ان رکاوٹوں کا بھرپور مقابلہ کرسکے۔

اس سلسلہ میں اردو زبان کا سوال بھی سامنے آتا ہے جو ہر حیثیت سے ایک علاقائی زبان ہے لیکن خاص طور پر اسی صوبہ میں وہ علاقائی زبان تسلیم نہیں کی گئی ہے جو اسکا وطن ہے۔ اس مسئلہ پر جو اخباری بحث جاری ہے اسکے متعلق ہمیں یہہ اندیشہ پیدا ہوگیا ہے کہ وہ زیادہ عامیانہ اور ایکیڈمک بنتی جاتی ہے اور جسقدر زیادہ وہ ایکیڈمک بنتی جاتی ہے اسی قدر حقائق سے دور ہوتی جاتی ہے۔ جب بحث اس طرح شروع ہوتی ہے کہ اردو زبان کب پیدا ہوئی کس طرح پیدا ہوئی دہلی اور آگرہ کے بازاروں میں پیدا ہوئی یا اس سے پہلے دکن میں اس نے جنم لیا مغلوں کے دربار کی سرپرستی نے اسے تقویت بخشی یا عوام کے میل جول سے وہ خود بخود پیدا ہوئی، اسکا سلسلہ نسب برج اور کھڑی بولی سے ملتا ہے یا وہ دکھنی کی ایک ترقی یافتہ صورت ہے، ہندی سے اسکا کیا تعلق ہے یا یہہ دو مختلف زبانیں ہیں وغیرہ۔

وغیرہ تو لسانیات کی اس عالمانہ بحث میں بہت سے حاضر حقایق چھپ جاتے ہیں۔

اس وقت حقیقت پسندی کا نقطۂ نظر صرف یہی ہو سکتا ہے کہ آردو یا ہندستانی یا (جیسا کہ ہم دعوے کرتے ہیں) ہندی (فارسی رسم خط میں) بجائے خود ہندستان کی کوئی علاقائی زبان ہے یا نہیں اور اگر ہے تو کس علاقہ کی زبان ہے۔ اُن لوگوں سے بحث کرنا تو عبث ہے جو شروع ہی سے یہہ دعوے لیکر اُٹھ بیٹھے ہوئے ہیں کہ آردو ایک غیر ملکی زبان ہے اور ہندستان کی علاقائی زبانوں میں اس کا شمار ہو ہی نہیں سکتا۔ لیکن اگر اس حقیقت کو تسلیم کیا جاسکتا ہے کہ آردو زبان ملکی زبان ہے وہ اسی ملک میں پیدا ہوئی اور اسی ملک کے عوام کے میل جول سے پیدا ہوئی اور اسی ملک کی بعض قدیم زبانوں کا خون اس کی رگوں میں دوڑ رہا ہے تو پھر یہہ طے کرنا چاہئے کہ یہہ علاقائی زبان کس علاقہ کی زبان ہے۔ یہہ ایک تاریخی حقیقت ہے جس کی جانچ کے بہت سے طریقے ہمارے پاس ہیں۔ دہلی سے بہار تک لسانیات کے ماہرین کا ایک کمیشن دورہ کر کے دیکھہ لے کہ کتنی آبادی کی مادری زبان آردو ہے اور دہلی، اتر پردیش، بہار وغیرہ میں کتنی آبادی آسے بولتی اور لکھتی پڑھتی ہے۔ اس بات کی جانچ کرنا تو بہت ہی آسان کام ہے پھر یہہ کیا ہے کہ تاریخی اور علمی بحثیں تو دور دور تک الجھی چلی جاتی ہیں لیکن نتیجہ کچھہ نہیں نکلتا۔ ہم چاہتے ہیں کہ ترقی پسند اہل قلم کی جماعت (جسکے ایک گوشہ میں یہہ الجھاؤ پیدا ہونے لگا ہے) سب سے پہلے صاف طور پر اس بات کا فیصلہ کرلے کہ

آردو کوئی علاقائی زبان ہے یا نہیں!

اور ہے تو کس علاقے کی زبان ہے؟

اس بنیادی فیصلے کے بعد باقی تمام امور کا فیصلہ کرنا بہت آسان ہوجاتا ہے۔

ہمیں امید ہے کہ آردو زبان کے ترقی پسند ادیب جو اس کل ہند انجمن میں شریک ہیں انجمن سے مندرجہ بالا تنقیح کا فیصلہ کرا کے پھر اسکے سامنے آن رکاوٹوں کو تفصیل کے ساتھہ پیش کرینگے جو خاص طور پر اتر پردیش میں اس علاقائی زبان کی آزادی اور ترقی کی راہ میں پیدا کی جارہی ہیں اور انجمن کے اس مطالبہ کی پوری پوری تائید کرائینگے کہ اتر پردیش میں آردو زبان کو علاقائی زبان تسلیم کیا جائے۔ یہہ سوال کیا جاسکتا ہے کہ علاقائی زبان تسلیم کرنے کے معنے کیا ہیں اسکا جواب صاف ہے:-

(۱) علاقائی زبان کی تعلیم مدارس میں لازماً دی جائے۔

(۲) مادری زبان کی حیثیت سے اس زبان کو ابتدائی مدارس میں چھوٹے بچوں کے لئے ذریعہ تعلیم بنایا جائے۔

(۳) سرکاری دفاتر اور عدالتوں میں علاقائی زبان کی حیثیت وہی ہو جو سرکاری زبان کی ہے۔

(۴) تمام سرکاری رودیدادیں، اعلانات، گزٹ، قوانین وغیرہ علاقائی زبان میں شایع کئے جائیں۔

(۵) اس قانون میں ترمیم کی جائے جو ریاست کی زبان کا تعین کرنے کے لئے اتر پردیش کی اسمبلی نے منظور کیا ہے۔ اور اس میں آردو کا بحیثیت علاقائی زبان کے اسی طرح ذکر کیا جائے جس طرح مدھیہ پردیش کے قانون میں ہندی کے ساتھہ مرہٹی زبان کا کیا گیا ہے۔

ترقی پسند اہل قلم کے سامنے آردو زبان کا مسئلہ بالکل صاف اور سیدھے طریقے پر آنا چاہئے اور ان کے مباحث کو اس جذباتی تنگ نظری سے متاثر نہ ہونا چاہیئے جس نے اتر پردیش کی حکومت اور ایسے نیتاؤں کے حلقوں میں پرورش پائی ہے جو اپنی ہی رنگین عینک سے ہر مسئلہ کو دیکھتے ہیں اور جن کی نظر میں ملک کی آزادی اور قومی تہذیب کا

تصور ترقی پسندوں کے تصور سے بالکل مختلف ہے۔

ہلکے ہلکے اشارے

—— پارلیمنٹ کے اجلاس میں مہاسبھا کے صدر مسٹر چٹرجی نے جموں میں پرجا پرشد کی فتنہ انگیزی کی پرزور تائید کرتے ہوئے ایک پتہ کی بات یہہ بھی فرمائی کہ کشمیر کی موجودہ حکومت کے قائم ہونے سے پہلے ہندی کو جموں میں ایک معزز مقام حاصل تھا لیکن اب آسے پیچھے ڈالدیا گیا ہے اور آردو کو سرکاری زبان بنا دیا گیا ہے۔

—— لطف کی بات یہہ ہے کہ اجکل ہر تہاییے میں سے یہہ بلی کہیں نہ کہیں ضرور برامد ہوتی ہے!—— ہندی کی جگہر شگاف مظلومیت اور آردو کا جابرانہ تسلط!—— اب یہہ تو کشمیر والے ہی بتا ینگے کہ کشمیر میں ہندی پر کیا ظلم ہوا اور آردو کب سرکاری زبان بنی لیکن ہم نے تو صرف اس بات سے لطف حاصل کیا کہ کوئی بھی فتنہ کہیں کھڑا ہوجائے آردو کا نام درمیان میں ضرور آجاتا ہے۔

جب کوئی فتنہ زمانہ میں نیا اٹھتا ہے
وہ اشارے سے بتا دیتے ہیں تربت میری!

—— بعض ڈاکٹروں اور طبیبوں کے متعلق مشہور ہوجاتا ہے کہ وہ کسی ایک مرض پر بہت زور دینے لگتے ہیں۔ مثلاً دانتوں کا مرض، پایریا یا جگر۔ اب اگر ملیریا کا کوئی مریض وہ دیکھتے ہیں تو اپنی تشخیص کے ساتھ یہہ ضرور فرمادیتے ہیں کہ ملیریا کے ساتھ جگر بھی شامل ہے۔ یا پیچش ہو پایریا بھی شامل ہے! کوئی مرض جگر یا پایریا کے اس سے بناہ جانے سے بچ نہیں سکتا! بالکل اسی طرح جموں کے فرقہ پرستوں کی تحریک میں یہہ محسوس ہوگیا کہ اسمیں آردو کا مسئلہ بھی شامل ہے!

—— لندن — ۲ فروری ایشیائی و افریقی علوم کے اسکول میں ۲۰ ممالک کے طلباء تعلیم پارہے ہیں۔ ان میں ہند کے ۲۰ پاکستان کے ۱۰ اور سیلون کے ۲ طالب علم اعلیٰ ڈگریاں حاصل کرنے کی خاطر مطالعہ میں مشغول ہیں، اسکول کی سالانہ رپورٹ بابت گذشتہ درسی سال میں بتایا گیا ہے کہ ۱۲۲ طلبا نے ہندوستان، پاکستان اور سیلون کے متعلق مضامین پڑھے ان میں ۱۸ نے ہندی ۳۲ نے آردو ایک نے ہندوستانی آرٹ اور آثار قدیمہ، ۱۶ نے ہندوستانی موسیقی نو نے ہندوستانی فلسفہ، پانچ نے سنہالی زبان اور پانچ نے تامل زبان کا مطالعہ کیا۔ (اپ۔ اس)

—— یہہ آردو والے نوجوان کیا حماقت کررہے ہیں کہ لندن میں بیٹھ کر بھی آردو میں مضمون لکھتے ہیں!—— کیا انہیں معلوم نہیں کہ اس نام کی کوئی زبان ملک ہندستان میں موجود نہیں —— یقین نہ آئے تو ہم اپنے وزراے کرام کے اقوال کی سند پیش کرسکتے ہیں!!

—— سنا آپ نے؟ ہماری نئی قومی زبان کا ایک لفظ "شرم دان" ہے —— بروزن اگالدان پاندان نمک دان وغیرہ!—

ایک شہر کے میونسپل چیرمین نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ "بھائیو سب مل کر شرم دان کرو"۔ یعنی شرم بمعنی محنت اور دان بمعنی خیرات! راشٹر بھاشا کے یہہ لفظ فارسی سے اتنے ملتے جلتے ہیں کہ اگر نہ استعمال کئے جائیں تو بہتر ہے۔ انمیں بو آتی ہے!

—— ہمارے بھی ہیں مہربان کیسے کیسے!

ایک دوست کا حسب ذیل مکتوب وصول ہوا ہے:۔

آپکا موقر اخبار "ہماری زبان" جو کہ ناظر صاحب امور عامہ قادیان کے نام موصول ہوتا ہے خاکسار بھی اسکا مطالعہ کرتا ہے۔ اور آپکی گراں قدر خدمات کا دل سے مداح ہے۔ جو آپ آردو زبان کی ترقی کے لئے سرانجام دے رہے ہیں۔ لیکن اس تعلق میں یہہ بات ضرور عرض کرونگا۔ کہ آردو زبان کو ہر دلعزیز

بنانے کے لئے موجودہ رسم الخط سر دست ترک کرتے ہوئے صاف آردو میں پرچہ چھپوایا جائے۔ کیونکہ اول تو موجودہ رسم الخط غیر اقوام کے علاوہ مسلم عوام بھی بآسانی نہیں سمجھ سکتے۔ دوم چونکہ اغیار اسوقت آردو زبان کے ختم کرنے کے درپے ہیں اس لئے ہمیں وقت کی نزاکت کا جائزہ لیتے ہوئے حکمت سے کام لینا چاہئے اور آردو زبان کے عربی رسم الخط کو صرف اس وجہ سے سردست چھوڑ دینا چاہئے کہ اسکے متعلق اغیار کو غلط فہمی پیدا کرنے کا موقعہ ملتا ہے۔ اس لئے اگر ہم اپنے خیالات کو سلجھی ہوئی آردو اور صاف رسم الخط میں پیش کر سکیں تو بطریق احسن ہمارے مقاصد پورے ہو سکتے ہیں۔ اور یہہ پرچہ اغیار میں بھی ہر دلعزیز ہو سکتا ہے۔ امید ہے کہ آپ حالات کے تقاضے پوری طرح سمجھتے ہونگے۔

دعا ہے اللہ آپکی کوششوں کو بار آور کرے اور ہر حال میں آپکا حافظ و ناصر ہو۔

—"سلجھی ہوئی آردو" کے ساتھہ "صاف رسم الخط" کا اشارہ کافی سلجھا ہوا نہیں ہے۔ ہمارے مہربان کچھہ فرمانا چاہتے ہیں مگر صاف نہیں فرماتے۔ ہم صرف اسی قدر عرض کرینگے کہ ابھی انہوں نے رسم الخط کے مسئلہ پر کافی غور نہیں فرمایا ہے اور "اغیار" میں ہمارے پرچہ کو ہر دلعزیز بنانے کی فکر انہیں بہت دور اندھیرے میں لیے گئی ہے! — یہاں دوستداروں کا حال یہہ ہے کہ "ہماری زبان" کو بند کرنے کی تیاریاں کی جارہی ہیں تو اب ہم "اغیار" میں "ہر دلعزیزی" کی خاطر اپنا دماغ کیوں مہکائیں۔ اس دوعملی کا وہ حال ہوجائیگا کہ

نہ گھر کے رہے نہ گھاٹ کے!

— یہہ خبر حیدرآباد سے چلی ہے (معلوم نہیں کہاں تک صحیح ہے) کہ

ہند کی وزارت قانون نے فیصلہ کیا ہے کہ آئندہ مرکزی حکومت عام اہمیت کے جتنے بھی قوانین نافذ کرے گی حکومت حیدرآباد کے محکمہ قانون کی جانب سے ان کا سب قوانین کا آردو میں ترجمہ ہوگا۔

— شاید ٹنڈن جی اس خبر کی صحت یا عدم صحت کے متعلق کوئی بیان دے سکیں!

ترقی پسند اہل قلم کی کانفرنس کے موقعہ پر ساتھیوں کے غور و فکر کے لئے ایک اہم سوال

از جناب نیک جیت صاحب 'نول پوری'

آج جس ہندی کو عوام کے سر منڈھا جارہا ہے۔ اسکی شناخت مشکل ہے' یقین نہیں ہوتا کہ یہہ وہی ہندی ہے جس کے پودے کو بھارتیندو بابو اور بابو بال مکند گپت نے سینچا تھا اور جسکی شاخوں پر 'نرالا' نے 'پرمل' سے خوبصورت پھول کھلائے تھے اور 'گپتا' کے نغمے برسائے تھے۔

اعتبار نہیں ہوتا کہ یہہ وہی ہندی ہے جس میں پریم چند نے ملک کے دل کی دھڑکنیں بھری تھیں جسے عظیم ترین شاعروں نے سنوارا' نکھارا اور طاقتور بنایا تھا۔ اس بے ڈول' بے جان اور بد صورت مٹی کی مورت کے بازو پر' ہندی' کا بلا چپکا ہوا دیکھہ کر بڑا درد ہوتا ہے۔

ہندی کو بگاڑنے کے اس بدترین گناہ کی ذمہ داری انہیں لوگوں پر ہے جو عوام کی دوسری مصیبتوں کے بھی ذمہ دار ہیں۔ مجرم نمبر ۱ حکومت ہند ہے۔

تعلیم و تمدن کے حلقے میں بھی اقتصادیات اور سیاسیات کی طرح رجعت پسندوں نے اس کو اپنے مفاد کا ایک ذریعہ بنا لیا ہے۔ یہہ طاقتیں پرانی عوام دشمن طاقتیں ہیں۔ سامراجی' سامراج پرست' سرمایہ دارانہ اور جاگیردارانہ طاقتیں۔ تعلیمی اور تمدنی حلقے میں ان کا صرف یہی مقصد ہے کہ عوام

کی طبعی صلاحیتوں کو بڑھنے نہ دیا جائے اور انہیں جہالت کے غار ہی میں قید رکھا جائے فرقہ واریت کا زہر پھیلایا جائے اور خود غرض حکمرانوں کا ایک ایسا طبقہ تیار کیا جائے جو عوام سے اتنا ہی دور ہو جتنی دور انگریز تھے

چور دروازے:-

چونکہ وہ جانتے ہیں کہ عوام ان کے یہہ ارادے کبھی پورے نہ ہونے دیں گے۔ اس لئے وہ چور دروازوں سے داخل ہو کر اپنا مطلب پورا کرنا چاہتے ہیں۔ یہہ چور دروازے کون کون سے ہیں۔ ایک تو یہی کہ چونکہ عوام انگریزی حکومت سے نفرت کرنے لگ گئے ہیں اس لئے انگریزی کو ہٹانے کا شور مچاؤ اور اسی شور و غل میں ہندی کے قالب میں ایک نئی انگریزی کھڑی کر لو تا کہ لوگ چکمے میں آ جائیں۔

دوسرا یہہ کہ چونکہ عوام علم و سائنس کو مفید تر بنانے کا حق طلب کرتے ہیں اس لئے اصطلاحات کی آڑ لیکر ہندی زبان کی سلاست و روانی کو سلب کر کے عام فہم الفاظ نکال باہر کر دو۔ ہندی اردو کی درمیانی خندق اور چوڑی کر دو، فرقہ پرستی کا زہر پھیلاؤ، ہندی علاقوں کی ملی جلی تہذیب کو پیدا ہی نہ ہونے دو، پھوٹ ڈالو اور پھوٹ کھاؤ۔

تیسرا یہہ کہ ملک میں کل ہند اتحاد کی جو ایک تندرست جذبہ ہے، آڑ لیکر ہندی کو تمام ملک کی واحد زبان کی شکل میں پیش کرنا اور اس بہانے ہندی کو ان ہندستانیوں سے بھی چھین لینا جن کے کام وہ آج آ رہی ہے۔

سنسکرت کا چشمہ ایک فریب:-

موجودہ نئی ہندی کے حامیوں کا دعوی ہے کہ سنسکرت کے چشمے سے نئے نئے لفظ لیکر ہندی کو دولت مند بنایا جا رہا ہے لیکن حقیقت اس کے خلاف ہے۔ آپ تشدوں کی سنسکرت اور کالی داس، بھاروی، تیشد اور ماگھ کی اصل نظمیں آسانی سے سمجھہ لینے والوں کو بھی آج کل کی سرکاری ہندی سمجھنے میں دشواری ہو رہی ہے۔ میاں مٹھو پن نہ سمجھا جائے میں خود اس کی ایک مثال ہوں۔

سرکاری ملازمین جو کافی پڑھے لکھے اور سمجھدار ہیں آنہوں نے بھی متعدد بار کھلے خزانے کہا ہے وہ کہ آج کل کی ہندی کا اصل مطلب انگریزی ترجمے کے ذریعے ہی سمجھہ پاتے ہیں۔

اس بات پر کوئی کسی سے نہیں جھگڑے گا کہ ضرورت کے الفاظ ہم سنسکرت کے خزانے سے کیوں لاتے ہو وہ خزانہ ہمارا اپنا ہے اور اس پر ہمیں فخر ہے لیکن آج کی ہندی کی تقدیر بنانے والے اندھے خالق ہندئے کے بیاہ کے لئے کھوپی کا گیت مانگ لاتے ہیں۔

اس مضمون کے لئے نوٹ لینے بیٹھا تو سر چکرا گیا۔ حکومت ہند کی طرف سے شایع شدہ کل چار کتابیں اٹھائی تھیں (۱) بھارت کا سم ودھان۔ (۲) پنچ ورشیہ یوجنا (سن چاپت پری چیے) (۳) پرتھم پنچ ورشیہ یوجنا کی روپ ریکھا کا پرا روپ اور (۴) کونلہ کھان شرم جن منگل فنڈ۔

کتابیں چھوٹی چھوٹی ہیں پھر بھی قابل اعتراض لفظوں، فقروں، جملوں اور عبارتوں کی اتنی لمبی فہرست تیار ہو گئی کہ اگر انہیں چھاپا جائے تو 'جن یگ' کا پورا شمارا اسی کی نذر ہو جائے۔

یہہ سنسکرت نما الفاظ انگریزی کی دوغلی اولاد ہیں۔

صرف 'سم ودھان' ہی میں کوفت پیدا کرنے والے الفاظ اتنے ہیں کہ آدمی بد حواس ہو جائے۔ آپ اوب نہ جائیں اس لئے صرف الف مفتوح سے شروع ہونے والے الفاظ میں سے نموتاً چند پیش کرنے پر بس کرونگا۔

'قانون' جیسے سیدھے سادے اور عام فہم لفظ کے بدلے اس کتاب میں "آدھی نیمن" (आधि नियमन) کا استعمال کیا ہے۔

اسی طرح 'فاضل رقم' کے لئے 'آدھی بھار' (अधिभार)
'ترجیح' کے لئے 'آدھی مان' (अधिमान)
'نوٹس' کے لئے 'آدھی سوچنا' (अधिसूचना)
'معائنہ کرنے والے' کے لئے 'آدھیک چھک' (अधीक्षक)
'صدارت کرنے کے لئے 'آدھیا سین ہونا' (अध्यासीन होना)
'دائرہ حکومت' کے لئے 'انیسہ چھیتر
آدھی کار' (अनन्यक्षेत्राधिकार)
'ناقابلیت' کے لئے 'آنرھتا' (अनर्हता)
'مطابق کرنا' کے لئے 'انوھی کرن' (अनर्हीकरण)
'لائسنس' کے لئے 'انگک کپتی' (अनुज्ञप्ति)
'حمایت' کے لئے 'انوشکتی' (अनुषक्ति)
'ابتدا یا شروعات' کے لئے 'انوشٹھان' (अनुष्ठान)
'یاددہانی' کے لئے 'انوسمارک' (अनुस्मारक)
'الجھانا یا پھانسنا' کے لئے 'انترگرسن' (अंतर्ग्रसन)
'پرایا بنانے کے لئے 'آنیہ سن کرامن' (अन्यसंक्रामण)
'جرمانہ' کے لئے 'ارتھ ڈنڈ' (अर्थदंड)
'ہٹانا' کے لئے 'آپ درج' (अपद्य)
'لاگو نہ ہونا' کے لئے 'آپ ورت' (अपवृत्त)
'الزام لگانا' کے لئے 'آپ کتھن' (अपकथन)
'ایجنسی' کے لئے 'ابھی کرن' (अभिकरण)
'مانگ یا طلب' کے لئے 'ابھی یاچنا' (अभियाचना)
'مقصد یا مطلب' کے لئے 'ابھی پرائے' (अभिप्राय)
'سزا یاب' کے لئے 'ابھی شست' (अभिशस्त)
'رواج' کے لئے 'ابھی سمے' (अभिसमय)
'امیدوار' کے لئے 'ابھیار تھی' (अभ्यर्थी)
'غلط اثر' کے لئے 'اُنہمت پربھاؤ' (अयुक्तप्रभाव)
'بے قدری' کے لئے 'آبی کرن' (अल्पीकरण)
'تصدیق کرنا' کے لئے 'انکت کرنا' (अंकित करना)

ہندی کے نئے منی آرڈر فارم کے کچھ فقرے ملاحظہ ہوں

'نشں کا سن کا لک روپیہ پریش آیتا کار مدرانک'
(निष्कासन कालिक कथ्य ग्रंथ आयताकार मुद्रांक)
'وایو واھک نیل لیپ پتر' (वायुवाहक नील लेप पत्र)
'راشی پردان' (रश्मिप्रदान)
'راشی پراپتی کرتو آور شکا ہو' (रश्मिप्रप्ति कर्तृ आवश्यकहो)
'پرشٹھی بھاگ پر نردیشت راشی پراپت کی تتھی'
(पृष्ठ भाग पर निर्देशित राशि प्राप्त की तिथि)
'نش کرتی اپرانت روپیہ پریش آنے کار مدرانک'
(निष्कृति-उपरांत कथ्य ग्रंथ आयताकार मुद्रांक)
'نردیشا نسار نردشٹ استھان پر'
(निर्देशानुसार निर्दिष्ट स्थान पर)
'نش کرتی کاریالیہ دنانک مدرانک'
(निष्कृति कार्यालय दिनांक मुद्रांक)
پراپتی سویکرتی پتر
(प्राप्ति स्वीकृति पत्र)

وغیرہ — وغیرہ

بھیجنا — ڈاک گھر — مہر — رقم — پیٹھ — پایا — پردہ نشین وغیرہ وہ الفاظ ہیں جنہیں لوگ روز مرہ بولتے اور لکھتے ہیں یہ سب اچھوت ہو گئے — اس کا سبب یہ ہے کہ سنسکرت کی دہائی دینے والے ہمارے لیڈر سنسکرت میں نہیں بلکہ اپنے مائی باپ کی زبان (انگریزی) میں سوچتے ہیں — لیکن وہ جان گئے ہیں کہ ملک کے عوام اب انگریزی زبان کی حکومت برداشت نہیں کر سکتے اسلئے وہ اس سوچنے کو ایک ایسی زبان کا جامہ پہناتے ہیں جو عوام سے اتنی ہی دور ہو جتنی دور انگریزی ہے —

انگریزیت کا بھوت

ہم انگریزی کی حکومت نہیں چاہتے مگر اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس زبان سے ہماری کوئی دشمنی ہو — علم و حکمت کے جو بیش قیمت خزانے انگریزی میں ہیں انہیں حاصل کرنے اور اپنانے میں ہمیں کوئی ہچکچاہٹ نہ ہوگی لیکن اپنانے کا مطلب ہوگا' انہیں ہندستانیوں کے لئے ہندستانی زبان میں ڈھال کر آسان اور قابل فہم بنانا اور کارمد وہ جبھی بن سکتی ہے جب ترجمے کی زبان کے الفاظ بالکل سیدھے سادے اور عام فہم ہوں —

ڈھائی سو برس کی انگریزی حکومت نے ہماری زبان پر بھی انگریزی کا گہرا اثر چھوڑا ہے انگریزی کے خیالات و جذبات میں بہت سے ایسے بھی ہیں جن سے ہماری زبانیں مستفید ہوی ہیں۔ لیکن زیادہ تر ایسے ہیں جن سے ہماری زبانوں کی شکل بگڑی ہے۔ ان میں بدنمایی پن آگیا ہے۔ ہندی میں بھی ایسی بدنما انگریزیت خوب آئی ہے۔ ہندی کی محبت کا تقاضا ہے کہ اس بدنما داغ کو مٹایا جائے۔ ہندی کے لفظوں، محاوروں، ترکیبوں اور خیالات وغیرہ پر انگریزیت کا جو برا اثر پہلے سے پڑ چکا ہے اسے دور کرکے ہی ہندی کو عوام کے نزدیک لایا جا سکتا ہے۔ لیکن آج جنتا کے سر پر عوام دشمن حکمراں جمے بیٹھے ہیں یہی وجہ ہے کہ جو ہونا چاہئے تھا اس کا بالکل الٹا ہو رہا ہے

سنسکرت کے الفاظ ہندی میں ٹھونسے جا رہے ہیں جو (۱) ہندی کی صحیح شکل نہیں ہیں جیسے 'اڑھی کرن' (अनहीकरण) 'روپیہ پرنش (रूप्य ग्रंथ) 'ابھی سمے' (अभि समय) 'انوشکتی' (अनुशक्ति) وغیرہ۔

(۲) جن کا مطلب ہندی قواعد کے مطابق کچھ اور بھی ہو سکتا ہے جیسے 'ابھپرائے' (अभिप्राय) 'انکت' (अंकित) 'انشٹھان' (अनुष्ठान) 'انوکولن' (अनुकूलन) وغیرہ۔

(۳) جو ہندی کی زبان کی خراد پر چڑھ کر اور کے اور ہو سکتے ہیں اور معنی میں گڑبڑ پیدا کر سکتے ہیں 'آورن' کا (आवरणिका) 'ابھی سمے' (अभिसमय) 'انوشکتی' (अनुशक्ति) وغیرہ۔

(۴) جن کے ہم معنی پراکرت، سنسکرت، فارسی، عربی اور انگریزی وغیرہ کے الفاظ موجود ہیں جیسے 'آدھی نیمن' (अधिनियमन) 'انس مارک' (अनुस्मारक) 'انتر گرسن' (अंतर्ग्रसन) 'ابھیر تی' 'ابھی کرن' (अभिकरण) وغیرہ

(۵) جو اصول لغت کے اعتبار سے غلط یا بھونڈے ہیں جیسے 'اسپہ چھترا دھی کار' (अनन्य) 'ارتھ دنڈ' (अर्थदंड) 'اکبی کرن' (त्रैवाधिकार) (अल्पीकरण) 'آورن' کا (आवरणिका) 'پرتی کرتی' (प्रतिकृति) وغیرہ۔

ان نئے لفظوں میں اصول صرف و نحو، اصول لفظ اور اصول لغات وغیرہ کے نقطہ نظر سے اور بھی بہت سی خامیاں ہیں۔ مثالیں دی جائیں تو مضمون کی ضخامت حد سے متجاوز ہو جائے۔

ہندی کو حکمرانوں کی کٹھ بولی مت بننے دو:

لیکن اصل سوال یہ نہیں ہے کہ یہ لفظ غلط ہیں یا ان کے گھڑنے والے علم لسانیات کے ماہر نہیں ہیں۔ اصل سوال یہ ہے کہ ان الفاظ کی بھرمار ہندی کو ہندی نہیں رہنے دیتی۔ ہندی کو جنتا سے دور در لیے جاتی ہے اس کے حسن اور قوت بیان کو دیمک کی طرح چاٹ جاتی ہے اور اسے حکمراں طبقے کے ایک محدود حلقے کی بے ڈھنگی زبان بنا دیتی ہے۔

جو ہندی کے پریمی ٹنڈن وادی ٹیلنگ کے دھوکے میں آگئے ہیں اور یہ سمجھ کر خوش ہو رہے ہیں کہ یہ حملہ اردو پر ہے وہ مغالطے میں ہیں۔ اگر یہی رفتار رہی اور ان ہندی کے پوشیدہ دشمنوں کی چال کامیاب ہو گئی تو ہمارے یہ بھولے بھالے اور سیدھے سادے ہندی کے فدائی کچھ ہی دنوں بعد سر پکڑ کر روئیں گے کہ ہائے ہندی کہاں گئی۔ مگر اب تک یہ ٹڈی ہندی کی ساری کھیتی چاٹ چکی ہوگی اور کل ہند ہندی کے نام پر 'کالے گورے صاحبوں' (آئی اے ایسوں) کی ہندی جنتا کی ہندی کی قبر پر ٹانگیں پسارے آرام فرما رہی ہوگی۔

لیکن وہ کامیاب نہیں ہونگے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ عوام کی ہندی کی ترقی روک دیں لیکن 'صاحبی ہندی' کو عوام سے منوا نہیں سکتے زیادہ سے زیادہ یہ قلی زبان 'کٹھ بولی' ہی بن کر رہ جائے گی۔

اصطلاحی الفاظ کے پردے میں یہ مضحکہ انگیزی قطعی غیر ضروری ہے۔ گورنمنٹ کی کھوپڑی والے کورل والکر پنتھی پنڈتوں کے پیچھے کروڑوں روپیہ برباد کرنے کے بجائے اگر ہم

واقعی محب وطن اور جمہوریت پسند علماء کے ذمے اصطلاحی الفاظ کی ترتیب و تہذیب کا کام سونپ دیں تو یقیناً کھیتوں، کھلیانوں، کانوں اور کارخانوں سے لاکھوں دیسی الفاظ نکل آئیں گے جنہیں ہندی ساخت کا خیال رکھتے ہوئے مختلف علوم وفنون کا اصطلاحی جامہ پنہایا جا سکتا ہے۔

مجھے یاد ہے ایک بار ترالاجی نے کہا تھا کہ گھوروں پر لاکھوں محاورے پڑے ہیں ادیبوں کا کام انہیں چن چن کر ہندستانی کے خزانے کو بھرنا ہے۔ اصطلاحی الفاظ کی تلاش میں بھی ہمیں ان ہی گھوروں کی خاک چھاننی چاہئے۔ جب ہی علوم و فنون عوام کے لئے کارآمد بنائے جا سکیں گے ورنہ انگریزی چھوڑ کر ہندی کو اپنانا ملک کی دولت پھونک کر ملک کی جمہوری صلاحیتوں کو جھلسانے ہی کا دوسرا نام ہوگا۔

الفاظ ہی پر بس نہیں

الفاظ ہی پر خاتمہ نہیں ہو جاتا۔ انگریزیت کے بار سے کچلے اور جھکے ہوئے بھدے فقرے اور جملے بھی ہندی کو انتاہی بے گانہ بنا رہے ہیں۔ 'پنچ و رشیہ یوجنا سنی جیت پری چر' کے ۶۸ ویں صفحے پر 'کی چت ہیں آرتھ پرتی بندھن' (किंचित इतिहास प्रति बंधन) جیسے فقرے ہی نہیں، نیچے لکھی ہوئی عبارت بھی دیکھئے۔۔۔ ''یکش کا کتھن ہے کہ اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ یدی بھارت کو آس کتی سے آتی کرنی ہے جس سے یہاں کے رہنے والے کروڑوں نواسیوں کے جیون کے ماپ دنڈ اونچا اٹھے اور ساتھ ہی ان پر کوئی ایسا دباؤ نہ پڑے جس سے وہ کشٹ یا انوشاسن کی ایسی کٹھن کا انو بھو کرنے لگیں جو پرجاتنتراتمک سنس تھاؤں کے وکاس کو خطرے میں ڈال دیوے تو کچھ وشیوں تک ہمیں آپک چھا کرت آدھک آت دشیوں سے سہاتے لینی ہوگی۔''

یہ عبارت ہندی دشمن الفاظ سے تو بچ گئی ہے لیکن انگریزی ترکیبوں اور انگریزی فقروں نے اس کے ہندی پن کا گلا گھونٹ دیا ہے اور یہ حال آج کل کی صاحبی اور سرکاری ہندی کی سو میں اسی عبارتوں اور جملوں کا ہے۔ انگریزیت میں ڈوبے ہوئے گاندھی وادی حکمرانوں اور ڈاکٹر رگھو بیر جیسے ان کے کول دالکرتاہی بندوں کے خلاف لڑ کر ہندی کی حفاظت کرنا ترقی پسند اہل قلم کی تحریک کا ضروری فرض ہے۔

اس سلسلے میں ہمیں

- اخبارات و رسائل میں آسان ہندی لکھنے اور صاحبی اور رگھو بیری ہندی کی مخالفت کرنے کی تحریک شروع کرنی ہوگی
- آسان زبان، تدبھو الفاظ (وہ الفاظ جو سنسکرت کے ہیں لیکن جن کی شکل بدل گئی ہے اور ہندی میں مل گئے ہیں) اور ہندی ترکیبوں سے بنے ہوئے جملوں میں ادب، فن اور سائنس کی بہترین تصانیف تیار کرنے کی متحدہ کوشش کرنی ہوگی
- کونسلوں اور اسمبلیوں میں ہندی کی ہمدردی کو مٹانے کی کوشش کرنے والوں کے خلاف آواز بلند کرنی ہوگی
- عام جنتا کو سرکار کے اس ہندی دشمن رویے سے روشناس کرانا ہوگا اور اس کے دوررس بربادی کن نتائج سے آگاہ کرنا ہوگا

(منقول از اخبار جن یگ)

۲۵ جنوری ۱۹۵۳ ع

انجمن کی خبریں

دہلی | ۲۲ فروری سنہ ۱۹۵۳ ع کو انجمن ترقی اردو (ہند) شاخ دہلی نے یوم غالب پوری شان و شوکت سے منایا۔ اڑھائی بجے دوپہر دہلی کے تمام شعرا اور ادبا نے مزار غالب پر پھول چڑھائے اور اس کے بعد بزم مقالات ساڑھے تین بجے سے ڈاکٹر سید محمود ممبر پارلیمنٹ کی صدارت میں منعقد ہوئی۔

حضرت خواجہ حسن نظامی | حضرت خواجہ حسن نظامی نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ غالب صرف شاعر ہی نہیں تھے ہندو مسلم اتحاد کے بہت بڑے علمبردار بھی تھے اور صحیح معنوں میں انسان تھے۔ جناب بالمکند عرش ملسیانی نے مدلل تقریر فرمائی، جسکا عنوان تھا۔ "غالب اپنے خطوط کے آئینے میں" اس کے بعد پروفیسر محمد اجمل خان صاحب نے اپنی تقریر میں غالب کے اشعار پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ غالب نے اپنی شاعری میں محض گل و بلبل اور زلف و رخ کی باتیں نہیں کیں، بلکہ اردو کو انداز بیان کے اتنے رنگ عطا کیئے کہ اردو شاعری مرزا کی بدولت اس اونچی سطح پر پہنچ گئی جس کا مقابلہ ہندوستان کی اور زبانیں نہیں کر سکتیں۔ اس کے بعد بیگم انیس قدوائی نے غالب کی زندگی کا نقشہ خود ان کے اشعار میں نہایت دلنشین پیرائے میں پیش کیا آخر میں شریمتی ساوتری نیگم ممبر پارلیمنٹ نے غالب کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ اس سے ہمیں بڑی خوشی ہے کہ حکومت ہند حضرت غالب کے مزار کو جلد بنوانے کا ارادہ کر رہی ہے۔ ہم توقع رکھتے ہیں کہ حکومت جلد ہی یہہ کام انجام دیگی تاکہ ہمارے ملک کے سب سے بڑے شاعر کا مزار اس کے شایان شان بن جائے۔ بڑی خواہش ہے کہ ایک لائبریری بھی بنائی جائے جہاں غالب کے علاوہ اردو کے بہترین شعرا کا کلام موجود ہو اور ریسرچ کرنے والوں کو تمام آسانیاں میسر ہوں۔

ڈاکٹر سید محمود | ڈاکٹر سید محمود صاحب نے خطبۂ صدارت میں فرمایا کہ اردو زبان کی موجودہ صورت بنانے میں حضرت غالب کا بہت بڑا حصہ ہے۔ انہوں نے اس بات پر افسوس ظاہر کیا کہ آج زبان کا جھگڑا خواہ مخواہ پیدا ہو گیا ہے۔ اور کچھہ حلقوں کی طرف سے اردو زبان کو مٹانے کی مذموم کوشش ہو رہی ہیں حالانکہ اردو نے ہندوستان کے قومی جذبات کو ابھارنے اور عوام میں آزادی کی اسپرٹ پیدا کرنے میں کافی حصہ لیا ہے۔ پھر ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ مرزا کے بہت سے اشعار ایسے ہیں، جن سے اس زمانے کے ان جذبات کا پتہ چلتا ہے جو اس وقت برطانوی سلطنت کے خلاف موجود تھے، یہہ دوسری بات ہے کہ غالب نے حالات کی مجبوری کی بنا پر ان کا اظہار نہیں کیا۔ ان کا لکھا ہوا غدر کا مرثیہ اس کا ثبوت ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے سنہ ۱۹۲۱ ع کے ایک واقعہ کا ذکر کیا، جس کا تعلق ان کی اپنی ذات سے تھا، آپ نے کہا۔ کہ اس زمانے میں مجھے ایک باغیانہ تقریر کے الزام میں گرفتار کیا گیا تھا۔ اس زمانے میں ہم اپنی طرف سے صفائی پیش نہیں کرتے تھے۔ البتہ تحریری طور پر بیان دے دیتے تھے۔ میں نے بیان کے آخر میں یہہ دو اشعار لکھہ دیئے۔

کر گیا ناصح نے ہم کو قید اچھا یوں سہی
یہہ جنون عشق کے انداز چھٹ جائینگے کیا
خانہ زاد زلف ہیں، زنجیر سے بھاگینگے کیوں
ہیں، گرفتار وفا زنداں سے گھبرائیں گے کیا

مجسٹریٹ نے جو یوروپین تھا ان اشعار کا مطلب پوچھا جب آپ نے ان اشعار کا مطلب بتایا گیا تو اس نے میری طرف مخاطب ہوتے ہوئے کہا کہ جتنی سزا تمہیں تقریر پر دی جائے اس سے دگنی ان اشعار پر ہونی چاہیئے۔ مرزا نے کچھہ قصائد ضرور لکھے لیکن بے جا مدح سرائی ان کا موضوع نہ تھا۔ ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ تحریک عدم تعاون کے بعد سے آج تک اردو زبان قومی خدمت کر رہی ہے اور ہمیں یقین

ہے کہ وہ مٹ نہیں سکتی ۔ اور نہ آپ سے مٹایا جا سکتا ہے ۔ آخر میں ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ علامہ کیفی صدر انجمن ترقی اردو (ہند) شاخ دہلی کی صحت کے لئے دعا کی جائے ۔ وہ بہت علیل ہیں ۔ خدا کرے کیفی صاحب اردو کے سر پر قائم و دائم رہیں ۔

ساڑھے پانچ بجے یہ نشست ختم ہوئی اور انجمن کی جانب سے شرکت کرنے والے شعراء اور ادبا کے علاوہ جتنے ممبران پارلیمنٹ اور عمائدین شہر تشریف لائے تھے ان کو عصرانہ دیا گیا ۔

رات کو ساڑھے نو بجے دوسری نشست شری مہابیر تیاگی نائب وزیر مالیات (ہند) کی صدارت میں منعقد ہوئی اس میں تمام دہلی کے شعراء ادبا اور سربرآوردہ حضرات کے علاوہ شری اجیت پرشاد جین وزیر بحالیات (ہند)، جناب شنکر پرشاد صاحب چیف کمشنر دہلی، لالہ شام ناتھ صدر میونسپل کمیٹی دہلی اور ممبران پارلیمنٹ نے شرکت فرمائی ۔ بیرونی شعرا میں حضرت فراق گورکھپوری، جناب روش صدیقی مولانا انور صابری قابل ذکر ہیں ۔

شری مہابیر تیاگی صدارتی تقریر میں شری مہابیر تیاگی نے فرمایا کہ غالب صاحب کی شاعری زبان کا ایک ایسا گلدستہ ہے جس کو رنگ برنگ کے پھولوں نے بہت خوشنما اور دلفریب بنا دیا ہے، پھر انہوں نے فرمایا کہ انسان اور حیوان میں ہم صرف زبان کی وجہ سے فرق کرتے ہیں ۔ اگر ہمارے پاس زبان نہ ہوتی تو ہم بھی مثل حیوان کے اشارے کرتے ۔ حضرت غالب نے ہمیں ایک اچھی زبان دی اور شاعری میں جذبات کے اظہار کا طریقہ بتایا ۔ انہوں نے نہ صرف زبان کو نکھارا بلکہ گل و بلبل کی زبان میں حقائق زندگی کی بھی سمجھائے اور اردو شاعری کو فلسفے کا تمغہ بھی عطا کیا ۔ وہ ان چند لوگوں میں سے ہیں جنھوں نے اردو کو اپنے خون دل سے سینچا ہے،

مجھے خوشی ہے کہ آج ہم سب مل کر اس بڑے شاعر کو یاد کر رہے ہیں جس نے ہمیں زبان کے بارے میں بہت سے قواعد و ضوابط سمجھائے ۔

اس کے بعد مشاعرے کا افتتاح اقبال کی نظم "غالب" سے جناب جگن ناتھ آزاد نے کیا ۔ گیارہ بجے تک شعرا نے اپنے طرح طرح کے کلام سے سامعین کو محظوظ فرمایا ۔ اور گیارہ بجے سے مشاعرہ نشر کیا گیا ۔ ساڑھے بارہ بجے یہ نشست بخیر و خوبی ختم ہوئی ۔

غالب کی تصویر کا پرچم اس شعر کے ساتھ چھپوا کر تمام شہر میں تقسیم کیا گیا ۔

داغ فراق صحبت شب کی جلی ہوئی
ایک شمع رہ گئی ہے سو وہ بھی خموش ہے

دہلی

آل انڈیا یونانی طبی کانفرنس کی مجلس عاملہ نے حسب ذیل قرارداد منظور کی ہے ۔

تجویز نمبر ۹ :- اس بات سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ فن طب کا پورا لٹریچر اور نصاب کی کتابیں ہندوستان کی زبانوں میں صرف اردو زبان میں پائی جاتی ہیں اور طب یونانی کی عمارت کی بنیاد اردو زبان کے اس لٹریچر پر ہے اس لئے تمام اطباء یونانی کا یہ اخلاقی اور فنی فرض ہے کہ وہ اردو زبان کی ترویج و ترقی کی طرف بھی توجہ کریں ۔ آل انڈیا یونانی طبی کانفرس کی ورکنگ کمیٹی کا یہ جلسہ ہندوستان کی مرکزی حکومت اور تمام صوبائی حکومتوں اور طبی بورڈوں سے بھی پر زور مطالبہ کرتا ہے کہ وہ حکومتیں اور بورڈ اردو زبان کو ہندوستان کی اور ہندوستان کے ہر صوبہ کی عام اور مشترکہ زبان تسلیم کریں ۔ نیز یہ جلسہ ہندوستان کی تمام یونیورسٹیوں، کالجوں اور دارالعلوموں سے اپیل کرتا ہے کہ وہ بھی اپنے اداروں میں اردو کو ایک اہم اور بنیادی مضمون کی حیثیت سے داخل کریں اور اس کی ترقیوں کی مناسب تدابیر اختیار کریں ۔

بنارس

بنارس اردو علاقائی زبان کمیٹی کے سفیر مولانا وفاء الرحمن یکم فروری کی سہ پہر کو بنارس آئے اور تاترک ہوٹل میں قیام کیا۔

مولانا آتے ہی بنارس میں دستخطی مہم کو کامیاب بنانے کی کوششوں میں منہمک ہوگئے اور ماسٹر شیوناتھ، ظفرالاسلام، مسعود اختر جمال اور ماسٹر عبدالباری صاحبان کو ساتھ لیکر وفد کی شکل میں شہر کے معززین اور بااثر حضرات سے ملاقات کی۔

اس وفد نے شہر کے عمائدین کے سامنے یہہ تحریک پیش کی کہ اردو کی دستخطی مہم کو کامیاب بنانے کے لئے ۴ فروری سے ۱۰ فروری تک اردو ہفتہ منایا جائے۔ اس تجویز کو ہر شخص نے پسند کیا اور اس پر سب متفق ہوگئے۔

شہر بنارس میں پارٹی بندی بہت زیادہ ہے لیکن اردو کی اس تحریک کے سلسلہ میں تقریباً سب پارٹیاں متحد ہوگئی ہیں۔

یہاں کا پریس اور اردو دوست عوام سب کے سب اس تحریک سے ہمدردی رکھتے ہیں اور ہر ممکن امداد اور تعاون کے لئے تیار ہوگئے ہیں۔ اور کام بہت زور شور سے شروع ہوگیا ہے۔

بھوپال

بھوپال اسمبلی میں آب پاشی کے بل پر بحث کے دوران میں فیصلہ دیا گیا کہ اسمبلی میں اردو میں بل پیش کئے جاسکتے ہیں اور اردو میں اسمبلی کی کاروائی ہوسکتی ہے۔ دستور کی وفاداری کا حوالہ دیتے ہوئے یہہ اعتراض کیا گیا کہ چونکہ دستور میں ہندی کو سرکاری زبان تسلیم کیا گیا ہے لہذا اردو میں بل پیش کیا جانا جائز نہیں ہے اور یہہ بات دستور سے وفاداری کے منافی ہے۔ آنریبل اسپیکر نے اس اعتراض کو مسترد کرتے ہوئے وضاحت کی کہ قانون کا انگریزی ترجمہ پاس کیا جائے گا۔ خواہ ہاؤس میں کسی بھی زبان میں پیش کیا جائے۔ جس حد تک اردو کے استعمال کا تعلق ہے اسپیکر صاحب نے کہا کہ دستور میں اس زبان کو علاقائی زبان تسلیم کیا گیا ہے لہذا اس پر اعتراض نہیں کیا جاسکتا۔

امروہہ

مسٹر پی۔ ڈی بھٹناگر ایم۔ اے، مولوی نسیم احمد صاحب فریدی، ماسٹر محمد احسان حسین صاحب سکریٹری انجمن ترقی اردو امروہہ نے تحصیل امروہہ اور شہر میں دستخطی مہم کا جائزہ لیا۔ جن مقامات پر سہواً دستخطوں کا کام نہیں ہوسکا تھا وہاں شروع کر دیا گیا۔

ماسٹر محمد احسان حسین صاحب نے امروہہ میں ایک جلسہ عام میں تقریر کرتے ہوئے دستخطی مہم میں زیادہ سے زیادہ تعاون کے لئے عوام سے پر زور اپیل کی۔ مولوی نسیم احمد صاحب فریدی نے تائیدی تقریر کرتے ہوئے اردو کی اہمیت اور افادیت پر موثر انداز میں روشنی ڈالی۔

مسٹر پی۔ ڈی بھٹناگر نے جدو جہد اور سرگرمئی عمل کا قابل تقلید نمونہ پیش کرتے ہوئے امروہہ تحصیل سے ایک لاکھ دستخط حاصل کرنے کے عزم کا اظہار کیا۔

یاد رہے کہ امروہہ سے اب تک پچاس ہزار دستخط علاوہ ۳۰ ہزار نابالغوں کے حاصل کئے جاچکے ہیں۔

یوگوسلافیہ میں زبان کا مسئلہ
کسطرح حل کیا گیا

یوگوسلافیہ سے خیر اندیشی کا جو وفد آیا تھا اسکے رخصتی ڈنر میں ہندستان کے وزیر خزانہ مسٹر دیش مکھ نے اسکو خدا حافظ کہا۔ یہہ وفد ایک مہینہ سے ہندستان میں تھا۔ مسٹر دیش مکھ نے یوگوسلافیہ اور ہندستان کے تعلقات کا ذکر کرتے ہوئے اسکا بھی ذکر کیا کہ وہاں زبان کے مسئلہ کو کس طرح حل کیا گیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ:-

جس طریقہ سے یوگوسلافیہ نے زبان کے مسئلہ کو حل کیا ہے اس سے ہندستان بھی بہت کچھ سیکھہ سکتا ہے ۔ اس ملک میں چار خاص زبانیں رائج ہیں اور دو زبانیں اقلیت کی ہیں ۔ یوگوسلافیہ کی حکومت نے ہر زبان کو پوری آزادی دی ہے اور ہر زبان میں درخواستیں دی جاسکتی ہیں اور انکا جواب بھی اسی زبان میں ملتا ہے ۔ اسکا نتیجہ یہہ ہے کہ ملک میں ہر شخص ایسی زبان کو سیکھنے کی کوشش کرتا ہے جسکو زیادہ لوگ جانتے ہوں اور اس طرح قومی زبان کے بنانے میں مدد ملتی ہے ۔

عجیب بات ہے کہ زبان کے مسئلہ کے اس پہلو پر جب کچھہ کہا جاتا ہے تو دوسرے ملکوں کی مثال کو تو قابل تقلید بتایا جاتا ہے لیکن خود اپنے ملک میں ان مثالوں کی تقلید کا خیال بھی نہیں آتا ۔

(ایک اردو والا)

پاکستان میں ہمارے خریدار

مطلع ہوں کہ ان کی آسانی کے لئے ہم نے یہہ انتظام کیا ہے کہ بمبئی کے تاجر کتب :-

Writers' Emporium Ltd.
Peoples Building, Pherozshah Mehta Road
P.O. Box, 1411 Bombay

کو مغربی پاکستان کے لئے سول ایجنسی دی گئی ہے ۔ اب انجمن کے تمام مطبوعات پاکستانی خریدار اس پتہ پر خط لکھکر حاصل کر سکتے ہیں

انجمن کی تازہ مطبوعات

(۱) ترقی پسند ادب (از سردار جعفری) اپنے موضوع پر یگانہ کتاب ہے جس نے ترقی پسند ادب کے متعلق ایک نئی روشنی ہمیں دی ہے ۔ طباعت اور تیاری کے اعتبار سے اسکی وضع ایسی ہے جس پر کوئی بھی ناشر فخر کرسکتا ہے ۔ صرف ایک ہزار نسخے چھاپے گئے ہیں اور مانگ بہت ہے اس لئے اندیشہ ہے کہ بہت جلد وہ بازار میں نایاب ہو جائیگی ۔

قیمت ۲ روپیہ ۸ آنہ

باہتمام رحیم منیجر نیشنل پرنٹرس کمپنی میں چھپا اور قاضی عبدالغفار صاحب پبلشر نے صدر دفتر انجمن ترقی اردو (ہند) علی گڈھ سے شائع کیا ۔